قومی راج

"پنجرہ وار بھاؤ" سے ایک منظر میں چنتامن راؤ کولہاٹکر اور کرشنا راؤ کولہاپورے۔

"راج سنیاس" کے ایک منظر میں ابا شیوا، مسٹر کرشنا راؤ کولہاپورے اور رودرا پا جانب ماسٹر دینا ناتھ۔

شائع کردہ: شری موہن پائل، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰۰۰

Acc. No. 6086

آنجہانی رام گنیش گڈکری جنم شتابدی خصوصی نمبر

قومی راج

۱۰ فروری ۱۹۸۵ء
جلد نمبر ۱۲ ، شمارہ نمبر ۳
سالانہ: دس روپے ، فی کاپی: پچاس پیسے

****

چیف ایڈیٹر : شانتا رام سگنے
ایڈیٹر : فیروزہ فیاض خان

اس شمارے میں

آنجہانی رام گنیش گڈکری کے حالات زندگی ۔ ایک نظر میں ۲
• مراٹھی ادب میں گڈکری کا مقام ۔ پروفیسر آر۔ بی۔ جوشی ۳
• گڈکری کے گرو نو پانکر ایم۔ این۔ شیٹھ ... ۹
• گڈکری پر ایک نظر مرزا استار قاسمی ... ۱۱
آنجہانی رام گنیش گڈکری اور ان کے ہم عصر ۔ چند یادگار تصاویر ... ۲۱
• رام گنیش گڈکری کی مزاح نگاری ۔ پی۔ ایس۔ پیرودکر ۲۳
• وقفے (مجموعہ گنج کے ڈرامہ چند نگاروں کا) مرزا استار قاسمی ۲۵
• صرف ایک جام ایک شیکسپیری المیہ کے روپ میں ۔ سریش دیپانی ۲۸
• تمثیل نگار ۔ رام گنیش گڈکری ۔ راج ادھیکش ۴۴
• گڈکری کے ڈراموں میں نسوانی کردار نگاری ڈاکٹر سدھاکر پاڈے ... ۴۶
• تبصرہ ۔ فنکاری (مصنف انور خان) تبصرہ نگار : مشتاق مومن ۵۰
• قارئین کی رائے ۔ ۵۲

اردو ، ہندی ، مراٹھی ، گجراتی ، سندھی اور انگریزی
چھ زبانوں میں شائع ہونے والا پندرہ روزہ
ہر ماہ کی ۱۰ ، اور ۲۵ ، تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ :-
ڈائریکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

سرورق : چندر کلا کدم

آنجہانی رام گنیش گڈکری کے حالاتِ زندگی ایک نظر میں

۲۶ مئی ۱۸۸۵ء :
گجرات میں نوساری کے مقام پر پیدائش ۔

۱۸۹۳ء :
والد کی وفات، ماں کے ساتھ کرجت آمد ۔

۱۸۹۷ء :
ماں کی نوساری واپسی ۔

۱۸۹۹ء :
خاندان کی کرجت واپسی ۔

۱۹۰۰ء :
قصبہ پیٹھ پونے میں قیام ۔ سندھولے کے کاغذ کے کارخانے میں بحیثیت فٹر ملازمت ۔

۱۹۰۴ء :
پہلی شادی (سیتابائی کے ساتھ)، میٹرک میں کامیابی

۱۹۰۵ء :
Previous کے امتحان میں ناکامی ۔

۱۹۰۶ء :
کرلوسکر ناٹک منڈلی میں ملازمت ۔
تاتیا صاحب کوہاٹکر سے پہلی ملاقات مئی مہینے میں ۔

۱۹۰۷ء :
پہلی کتاب کی اشاعت ۔

۱۹۰۷ء اگست اور ستمبر :
"گرواتھ مان" اور "ویڑیاچا بازار" ان دونوں ڈراموں کی تخلیق۔ ماہنامہ رنگ بھوی کے لئے بھی لکھا۔

۱۹۰۹ء :
پہلی نظم "[illegible]" کی اشاعت ۔

۱۹۰۹ء، ۱۰ نومبر :
کرلوسکر ناٹک منڈل کی ملازمت سے استعفیٰ، گیان پرکاش اور نیو انگلش اسکول، پونے میں ملازمت ۔

۱۹۱۰ء، نومبر :
پریم سنیاس کی تخلیق ۔

۱۹۱۱ء :
Previous امتحان میں کامیابی ۔

۱۹۱۲ء، ۱ مارچ :
'پریم سنیاس' اسٹیج ہوا ۔

۱۹۱۳ء :
'پریم سنیاس' کی کتابی شکل میں اشاعت ۔
'پُنیہ پربھاؤ' کی تصنیف ۔

۱۹۱۶ء، جون :
'پُنیہ پربھاؤ' اسٹیج ہوا ۔

۱۹۱۶-۱۷ء :
راج سنیاس کی تخلیق ۔

۱۹۱۷ء :
'پُنیہ پربھاؤ' کی کتابی شکل میں اشاعت ۔
"ایکچ پیالہ" کی تخلیق، دوسری شادی (رمابائی کے ساتھ۔ رمابائی اب بھی حیات ہیں ۔

۱۹۱۸ء :
بھاؤ بندھن کی تخلیق ۔

۱۹۱۹ء :
وودربھ کے مقام ساونیر میں رحلت ۔ موت سے ایک گھنٹہ قبل بھاؤ بندھن مکمل کیا ۔

۱۹۱۹ء، ۲۰ فروری :
"ایکچ پیالہ" کا پہلا شو اسٹیج ہوا ۔

۱۹۱۹ء، ۱۹ اکتوبر :
'بھاؤ بندھن' کا پہلا شو اسٹیج ہوا ۔

۱۹۲۲ء :
"راج سنیاس" کا پہلا شو اسٹیج ہوا ۔
(نامکمل ڈرامہ ہی اسٹیج کیا گیا تھا ۔)

۱۹۲۳ء :
چنتامن راؤ کولٹکر نے "ویڑیاچا بازار" کو مکمل کیا اور اسے اسٹیج کیا ۔

پروفیسر آر. بی. جوشی

مراٹھی ادب میں گڈکری کا مقام

اس صدی کے اوائل کے مراٹھی ادیبوں میں گڈکری بے شک ایک ممتاز و منفرد مقام کے حامل ہیں۔ ان کی عمر نے وفا نہ کی — اور انہوں نے بہ حیثیت ادیب کے محض دس بارہ سال ہی لکھا۔ پھر بھی انہوں نے مراٹھی ڈرامے، شاعری اور مزاح نگاری میں وہ مقام پیدا کیا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہے وہ اپنے عہد میں ہی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا کر مراٹھی جاننے والوں کے دل میں گھر کر چکے تھے۔

گڈکری کا جنم ۲۴ مئی ۱۸۸۵ء کو گجرات میں نوساری کے قریب گن دیوی مقام پر ہوا اور ان کا انتقال مہاراشٹر میں ناگپور کے قریب ساونیر میں ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ انہوں نے مختلف نام و تخلص اپنائے۔ مثلاً شاعری کرتے وقت انہوں نے اپنا نام گووند اگرج رکھا جس کے معنی ہیں گووند کا بڑا بھائی۔ یہ نام انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی گووند کی موت پر اسے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنایا۔ مزاح نگاری کے لئے انہوں نے جو نام اپنایا تھا وہ تھا بالک رام۔

۱۹۰۵ء میں میٹرک کرنے کے بعد انہوں نے مشہور جگبت ناٹک کمپنی کرلوسکر ناٹک منڈلی میں بہ حیثیت معلم نوکری کی۔ وہ نئے آرٹسٹوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اس طرح وہ پہلی مرتبہ تھیئٹر اور اسٹیج سے قریب ہوئے اور آخری دم تک اس سے وابستہ رہے۔ ۱۹۰۸ء میں انہوں نے کرلوسکر سنگیت منڈل کو چھوڑ دیا اور تقریباً تین سال تک ادھر ادھر نوکری کرتے رہے۔

۱۹۱۱ء میں انہوں نے فرگوسن کالج پونے، میں داخلہ لیا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۶ سال تھی۔ ہو سکتا ہے اس وقت کئی اساتذہ عمر میں ان سے چھوٹے ہوں مگر ان کا مطالعہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ لیکچرر حضرات سے ادب کے بارے میں زیادہ جانتے تھے۔ انہوں نے شیکسپیر کے تقریباً تمام ڈرامے پڑھے تھے اور بڑے بڑے تنقیدوں کا بھی بڑے غور سے مطالعہ کیا تھا۔ انہوں نے مراٹھی شاعری اور ادب کا بھی گہرا مطالعہ کیا جس میں بکھر، پواڑے اور لاونی شامل ہیں۔ وہ سنسکرت بھی بہت اچھی جانتے تھے۔ اس کے علاوہ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے بہ حیثیت ادیب کے اپنا لوہا منوا لیا تھا۔

۱۹۱۲ء میں انہوں نے ایک مکمل ڈرامہ پریم سنیاس لکھا اس سے قبل انہوں نے دو ڈرامے لکھے تھے مگر اس میں سے ایک نامکمل رہا اور دوسرے کا مسودہ ہی کھو گیا تھا۔ چونکہ گڈکری کو بہ حیثیت تمثیل نگار کے شہرت ملی۔ اس لئے ہم فی الحال اسی پہلو کو لے کر آگے بڑھیں گے۔

کولہاٹکر اور کھاڈلکر

جب گڈکری نے مراٹھی ڈرامے کی دنیا میں قدم رکھا تو اس وقت دو نام ایسے تھے جو مراٹھی تھیئٹر کو اپنی مٹھی میں لئے ہوئے تھے۔ ان کے نام ہیں شری پد کرشنا کولہاٹکر اور کرشن جی پربھاکر کھاڈلکر۔

جدید مراٹھی ڈرامے کو محض سو سال ہوئے تھے — زیادہ تر ڈرامے شیکسپیر کے ڈراموں اور سنسکرت ڈراموں کا چربہ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ پارسی تھیئٹر سے بھی استفادہ کیا جاتا تھا جیسے دیکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس میں پڑھے لکھے لوگ بھی شامل تھے۔ مگر جو چیز سب سے زیادہ ہر دلعزیز تھی وہ

تھے۔

انا صاحب کرلوسکر کے بعد کولہاٹکر نے ہی مراٹھی ڈرامے کو فروغ دیا۔ وہ پارسی تھیٹر سے بھی واقف تھے اور پیشے کے اعتبار سے وکیل تھے اور جن کا مشغلہ لکھنا پڑھنا تھا۔ وہ ایک بہت اچھے تنقید نگار تھے۔ انہوں نے کرلوسکر سنگیت ناٹک منڈلی میں کئی ڈرامے لکھے اور مراٹھی ڈرامے کو عوام سے قریب کیا۔ ان کے ڈراموں میں مزاح تھا اور گیت ہندوستانی راگوں پر مبنی ہوتے تھے۔ اس سے گلوکاروں کو کافی موقع ملا۔ ان کے پہلے ڈرامے ہی نے لوگوں کے دلوں میں جگہ پالی اور وہ تقریباً ۲۰ سالوں تک مقبول رہا۔

گڈکری نے ان کے ڈرامے دیکھے انہیں پڑھا اور سمجھا۔ اور وہ انہیں سے متاثر بھی ہوئے۔ اسی وجہ سے کولہاٹکر کو ان کا گرو مانا جاتا ہے۔ دونوں کی پہلی ملاقات کرلوسکر منڈلی میں ہوئی اور کولہاٹکر نے ہی گڈکری کی سفارش کی اور انہیں منڈلی میں شامل کیا۔

دوسرے اہم ڈرامہ نگار کھاڈلکر قدرے مختلف تھے انہوں نے بھی قانون کی ڈگری حاصل کی تھی اور وہ پیشے کے اعتبار سے صحافی تھے اور تلک کے پرچوں میں کام کرتے تھے۔ ان کے ڈرامے تاریخ اور مائتھالوجی پر مبنی نہیں ہوتے تھے۔ ان کے ڈراموں میں سیاسی شعور کو بیدار کرنے کی اپیل تھی اور شیکسپیر کے اثرات ان کے ڈراموں میں بخوبی محسوس کئے جا سکتے تھے۔

ان کا پہلا ڈرامہ تھا سوائی مادھوراؤ چا مرتیو، جو کہ پیشوا مادھوراؤ کی موت پر مبنی تھا۔ اس ڈرامے کے کرداروں میں ہمیں شیکسپیر کے کرداروں کی خوبو ملتی ہے۔ گڈکری کے ڈرامے کھاڈلکر کے سنگیت ناٹک "مان اپمان" کے بعد ہی گڈکری کو پریم سنیاس لکھنے کی خواہش ہوئی اور اس کے بعد انہوں نے پانچ ڈرامے پنیہ پربھاو، بھاو بندھن، ایکچ پیالہ اور راج سنیاس، ویڑیا چا بازار (نامکمل) لکھے۔

گڈکری نے بھی اپنے استاد کولہاٹکر کی طرح سماجی مسائل پر قلم اٹھایا۔ البتہ راج سنیاس کا بنیادی خیال تاریخ پر، اور ویڑیا چا بازار کا جو کہ مراٹھی ڈراموں کی پیروڈی ہے مختلف ہے۔
گڈکری کے ڈراموں میں تماشائیوں میں سنسنی کی سی لہر پیدا کرنے کی تمام تر خوبیاں موجود ہیں لیکن یہ یہیں تک کے محدود نہیں بلکہ اس سے بہت کچھ زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے

ڈراموں نے اس زبان کے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی اپنی جانب متوجہ کیا۔ کیونکہ آج سے ۸۰ سال قبل خواتین کی تعلیم اور آزادی سے متعلق کافی بحثیں ہوا کرتی تھیں اور یہ ایک سماجی مسئلہ تھا کہ خواتین کو تعلیم و آزادی کہاں تک دی جا سکتی ہے۔

گڈکری کے دوسرے ڈرامے 'پنیہ پربھاو' جو کہ ۱۹۱۶ء میں اسٹیج کیا گیا فیوڈل ماحول کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میں عورت کی عصمت اور انا کو لے کر مرد کی خودغرضی کو پیش کیا گیا جو کہ معاشرے پر چھایا ہوا ہے۔ یہاں ورنداون جو کہ ایک نوجوان ہے محض اسی لئے وسوندھرا سے شادی نہیں کر سکتا ہے کہ اس کا سماجی رتبہ قدرے کم ہے۔ چنانچہ وہ انتقام لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے مگر وسوندھرا جو کہ باعصمت اور وفاشعار عورت ہے۔ اس کی ہوس کا شکار ہونے سے خود کو بچا لیتی ہے۔ یہ ڈرامہ پریم سنیاس سے کم پیچیدہ ہے۔

'بھاو بندھن' ۱۹۱۹ء میں سامنے آیا۔ اس کی بنیاد بھی سماجی مسائل ہی ہیں۔ مرکزی خیال کافی پیچیدہ، انسان کی فطرت سے کشمکش اس کی اچھائیوں اور برائی پر مبنی یہ ڈرامہ بھی کافی مقبول ہوا۔

ایک مرتبہ دھنڈی راج کے یہاں کسی موقع سے کئی نوجوان جمع تھے۔ گھنشیام نے اس وقت سب کے سامنے مالتی کے لئے اپنا شادی کا پیغام پیش کیا۔ گھنشیام کی اس پیشکش پر سب متحیر ہوئے کیونکہ دھنڈی راج ونیانشور کی مل میں ایک معمولی کلرک تھا۔ لتیکا اس پیشکش پر آگ بگولہ ہوئی اور اس نے گھنشیام کو بری طرح لتاڑا۔ گھنشیام نے اس ذلت کا انتقام لینے کا تہیہ کر لیا۔ گھنشیام ذہین ہے لیکن مکار بھی ہے۔ شرارت پسند ہے۔ اس نے کسی طرح ایک ایسی تحریر پر دھنڈی راج کے دستخط لے لئے جس کی وجہ سے دھنڈی راج پر چوری کا الزام ثابت ہو جائے وہ اس پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دھنڈی راج کی تجوری سے بعض اہم دستاویزات، چرا کر دھنڈی راج پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ مالتی کی شادی ونیانشور سے کر دے۔ بالآخر گھنشیام خود اپنے بنائے ہوئے جال میں پھنس جاتا ہے اور جب پولیس اسے گرفتار کرنے آتی ہے تو دھنڈی راج کہتا ہے۔ "اسے گرفتار مت کیجئے جو بھی ہو یہ ہمارے گھر کا ایک فرد ہے۔" دھنڈی راج کے اس رویے سے گھنشیام بہت متاثر ہوتا ہے اور خود کو بدلتا ہے۔

گھنشیام کی اس ماہیت قلبی کا موازنہ 'پنیہ پربھاو' کے کردار ورنداون، اور پریم سنیاس میں کملاکر کے کردار سے

[illegible]

کیا جاسکتا ہے۔

گڈکری کا آخری مکمل ڈرامہ "صرف ایک جام" ان کا بہترین ڈرامہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس میں ایک ذہین اور قابل نوجوان کی تباہی کا المیہ ہے جس کا باعث شراب نوشی ہے۔

ایک مرتبہ یہ نوجوان عدالت میں جرح کے وقت آدابِ عدالت کو ملحوظ نہیں رکھتا جس کی پاداش میں چھ ماہ کی مدت کے لیے اس کی سند ضبط ہوتی ہے۔ ان دنوں اس کی بیوی میکے میں ہوتی ہے۔ نوجوان وکیل شدید ذہنی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر اس کا نوکر تلی رام اسے اس اذیت کو شراب کے سہارے بھلانے کی راہ سجھاتا ہے اور بالآخر وہ شراب کا ایک جام پی ہی لیتا ہے۔ یہی ایک جام اس کی تباہی کا سامان بن جاتا ہے۔ عدالت کے دوسرے وکیل اس پیشے میں سدھاکر کی ترقی کی وجہ سے اس سے حسد کرتے تھے۔ اب وہ سب خوش ہوئے۔ ادھر تلی رام کے بہکاوے میں آکر سدھاکر بلا کا شراب نوش بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ نشے کے عالم میں عدالت چلا جاتا ہے اور جرح کرنے لگتا ہے جس کی پاداش میں اس کی سند ہمیشہ کے لیے ضبط کر لی جاتی ہے۔ وہ شراب میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ اب وہ بے روزگار ہے۔ اس کے ہم پیالہ وکیل اور دوسرے پیشہ ور اسے شرابی کہہ کر کام دینے سے یا سفارش کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ بالآخر وہ اپنے بچے اور بیوی کا خون کرتا ہے اور خود زہر ملا ہوا شراب کا جام پی کر اپنا بھی خاتمہ کرتا ہے۔

اس ڈرامے کی زبان بہت صاف ستھری ہے۔ بعض مقامات پر فلسفہ طرازی بھی پائی جاتی ہے۔ ایلوپیتھی اور آیورویدک طریقۂ علاج کی مخالفت اور موافقت میں پیش کی گئی دلائل دلچسپ ہیں۔ تلی رام اپنے طرز کا ایک منفرد ویلین ہے۔

گڈکری کا ایک اور المیہ ڈرامہ ہے "راج سنیاس"۔ یہ المیہ شیواجی کے فرزند سمبھاجی کا ہے۔ سمبھاجی کی شخصی کمزوریاں اس کے المیے کے لیے راہیں ہموار کرتی ہیں۔ گڈکری نے سمبھاجی کے کردار کی خوبیوں کو کچھ اس طرح اجاگر کیا ہے کہ ناظرین کو نہ صرف اس سے ہمدردی ہوتی ہے بلکہ وہ سمبھاجی کی عزت بھی کرنے لگتے ہیں۔

"اس ڈرامے کی زبان اٹھارویں صدی کی مراٹھی نثر سے مشابہ ہے۔ گڈکری کے مسودات کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے ذہن میں ڈرامے کا مکمل خاکہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ڈرامے کا آخری ایکٹ پہلے لکھا۔ اگر یہ ڈرامہ مکمل ہوتا تو ان کا شاہکار قرار پاتا۔

آج بحیثیت ڈرامہ نگار گڈکری کی شہرت "بھاو بندھن" اور "ایکچ پیالہ" پر منحصر ہے جن دنوں گڈکری کی تخلیقی صلاحیتیں عروج پر تھیں۔ اس وقت مراٹھی سے ایک نئے ڈرامہ نگار ماما وریرکر بھی منظرِ عام پر آرہے تھے جن کے موضوعات سماجی ہوا کرتے تھے لیکن غلبہ گڈکری ہی کا رہا۔

گڈکری بحیثیت شاعر

گڈکری ایک شاعر بھی تھے۔ ان کا شمار اپنے وقت کے پانچ بڑے شاعروں میں ہوتا تھا۔ باقی چار کے نام اس طرح ہیں

(۱) کیشوست (کرشنا کیشو دامِلے سنہ ۱۹۰۵ء - سنہ ۱۸۶۶ء)

(۲) نارائن وامن تلک (سنہ ۱۹۱۹ء - سنہ ۱۸۶۵ء)

(۳) ونایک جنار دھن کرندیکر (سنہ ۱۹۱۹ء - سنہ ۱۸۷۲ء)

(۴) بال کوی (ترمبک باپوجی ٹھومبرے (سنہ ۱۹۲۰ء - سنہ ۱۸۹۰ء)

ان میں کیشوست خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ جدید مراٹھی شاعری کے بانی قرار دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے مراٹھی شاعری میں انقلاب لایا۔ ان کی وجہ سے مغربی ادب کا اثر مراٹھی شاعری پر نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

مراٹھی کی جدید شاعری ۱۸ ویں صدی اور ۱۹ ویں صدی کے رومانیت پسند انگریز شاعروں کی تخلیقات سے متاثر ہوئی۔ اس میں فطرت کے حسن کے بیان کو خصوصی دخل تھا۔ کیشوست نے قدیم سنسکرت بحروں میں نظمیں ضرور کہیں لیکن انہوں نے اسی کے ساتھ پہلی مرتبہ مراٹھی میں نظم معریٰ کو جگہ دی۔ مراٹھی میں سانیٹ کو پہلی مرتبہ کیشوست نے متعارف کرایا۔

باقی تین شاعر یعنی تلک، ونایک اور بال کوی محدود دائرے کے شاعر تھے۔ تلک پھولوں اور بچوں کے شاعر کہے جاتے۔ وہ ایک محب وطن اور مصلح تھے بنا برایں انہوں نے ان موضوعات پر بھی نظمیں کہیں۔ ونایک کی شاعری کا موضوع بھی حب الوطنی اور وطن پرستی تھا لیکن اس کا اظہار وہ ماضی کی تاریخی عظمت کے بیان کی صورت میں کرتے تھے۔ بال کوی فطرت کے حسن کے شاعر تھے۔

گڈکری کا تخلص گووند اگرج تھا۔ یہ گڈکری کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے ان تمام موضوعات کو اپنایا جو مذکورہ بالا شاعروں نے انفرادی طور پر علیحدہ علیحدہ اختیار کئے تھے۔

ان نظموں کو بالخصوص نوجوان ناظرین میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ کوششیں کی گئیں کہ معلوم کیا جائے آیا گڈکری کی کوئی خاص منظورِ نظر تھی جسے اس نے اپنی ان نظموں میں مخاطب کیا ہے۔ ان کی نظموں کو پڑھنے کے بعد اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی ایسی "رانی" ضرور آئی ہوگی جس سے انہوں نے محبت کی ہوگی لیکن جس نے بے رخی برتی۔ پھر بھی ان کوششوں کا کوئی قابلِ اعتبار نتیجہ نہیں نکلا اور اس کی محبت کی رانی تا حال اسی طرح ایک معمہ بنی ہوئی ہے جس طرح شیکسپیئر کے سانیٹوں (انگریزی میں ۱۴ مصرعوں والی ایک نظم جس کی ایک خاص بحر ہوتی ہے) کی "کالی لیڈی"۔

"راج ہنس"، "گلابی کوڑے"، "گھنگھر والا"، "ہلتے پیپل کے پتے" میں "اوسار آوا تیں ایکج پھول" اس کی بعض دوسری نظمیں ہیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ "راج ہنس" ایک نوجوان بیوہ کی آہ وزاری ہے جو اپنے بچے کی موت پر اس کی زبان و دل سے ادا ہوئی ہے۔ "گھنگھر والا" اس نازک بیانی کا مرقع ہے جسے نئے شادی شدہ جوڑے محبت کے اولین الفاظ کے روپ میں ہچکچاہٹ کے ساتھ، ڈرتے ڈرتے، شرماتے شرماتے ادا کرتے ہیں اور پھر وہ الفاظ جو باہمی اعتبار کے بعد ادا کئے جاتے ہیں۔ "ہلتے پیپل کے پتے" میں ایسے متعدد خیالات کی عکاسی ہے جو ایک لرزتے ہوئے پتے کو دیکھ کر انسان کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ "اوسار آوا تیں ایکج پھول" ایک اکیلے پھول کی شکستہ دلی کے بارے میں ہے جو ایک سنسان مقام پر ایک ویران کنوئیں کے تہہ کے قریب ہے۔

گڈکری بحیثیت شاعر کے جوانوں، بالخصوص کالج کے طلبا میں بہت مقبول ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ گڈکری نے گویا خود ان ہی کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کی ہے۔ رومانیت، جوش و ولولہ، نصب العینیت، یاسیت، ناامیدی ——— رجائیت، امید پروری، سب کے سب وہ کیفیات ہیں جو جوانوں کے دماغ کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ گڈکری نے قدیم سنسکرت، قدیم مراٹھی اور قدیم انگریزی ادبیات اور انگریزی رومانی نظموں کا الگ الگ عنوانات پر گہرا اور وسیع مطالعہ کیا تھا۔ وہ نہ صرف الفاظ کا ماہر و استاد تھا بلکہ اسے الفاظ سے محبت تھی اور وہ اس کے ہاتھ میں موم کی طرح تھے جنہیں وہ اپنی مرضی کے مطابق بنالیتا اور ڈھال لیتا تھا۔ اس کے خیالات

کی پرواز غیر محدود تھی۔ تشبیہات، کنایات اور استعارات کے استعمال کا اسے زبردست ملکہ تھا۔ صنعتِ ایہام سے کام لینا مختلف خیالات کی یکجائی، طرزِ ادا کی ندرت جس سے گڈکری نے اپنی عشقیہ نظموں میں اکثر کام لیا ہے۔ جذبات آفرینی سے زیادہ معقولیت پسندی کا رجحان رکھتے تھے جو جوانوں کی نظر میں زیادہ پسندیدہ تھے۔

باایں ہمہ اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ گڈکری کی تمام تخلیقیں موجودہ دور میں اتنی پسندیدہ نہیں ٹھہریں گی جتنی کہ ——— وہ ساٹھ ستر برس پہلے تھیں۔ بعض اوقات وہ مضمون آفرین، نثار اور مکرر گو بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کیشو سُت کا چیلا کہا کرتے تھے اور یہ صحیح بھی ہے لیکن اول الذکر کے کلام کی گہرائی، شوخی اور بلندی کو گڈکری نہیں پہنچ سکے۔ پھر بھی بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اکثر نظمیں وقت کی آزمائش پر پوری اتری ہیں

مزاح نگاری

گڈکری کے ڈراموں میں کافی حد تک مزاح و ظرافت ہے۔ اور بعض نظموں میں بھی لیکن انہوں نے ظریفانہ نثر بھی کم نہیں لکھی اور یہ صنعت خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ اپنی مزاحیہ نگاری کے لئے انہوں نے "بالک رام" کا قلمی نام اختیار کر رکھا تھا۔ ڈراموں میں اور مزاحیہ نگاری میں اپنے آپ کو کولہاٹکر کا چیلا کہا کرتے تھے کیونکہ وہ کولہاٹکر ہی تھے جنہوں نے پہلے پہل ایسے مضامین لکھے جن کا جوہر اور بنیاد مزاح تھے۔ وہ مزاحیہ نگاری کے ذریعے دھرم کی باتوں کا مذاق اڑاتے ——— اور سماجی طور طریقوں اور رسم و رواج کی دھجیاں بکھیرتے تھے۔ بالخصوص ان سماجی بندھنوں کو جن پر عمل کرنے والے خود بھی شرمندگی محسوس کرتے تھے کیونکہ زمانے کے لحاظ سے ان پر فرسودگی کی مہر لگ چکی تھی۔

کولہاٹکر کی بعض ظرافت آمیز نگارشات بالکل مزاحیہ روپ میں ہیں جن سے قدامت پسند ناظرین کے احساسات کو ٹھیس پہنچتی تھی لیکن سماج اور دھرم کی خرابیوں کی اصلاح پر ایسی صورتِ حال ہمیشہ رونما ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی متعدد ظریفانہ نگارشات موجودہ دور کے نوجوان ناظرین کی نظر میں قابلِ التفات و لحاظ نہیں رہیں کیونکہ ان رسموں کا اب وجود بھی نہیں رہا جن پر انہوں نے طنز کیا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے مراٹھی زبان میں طنز و مزاح کے بانی کی حیثیت سے

ان کا درجہ و مقام مستحکم و مستند ہے۔

گدکری اپنے آپ کو کوہاٹکر کا چیلا اس لئے کہتے تھے کہ کوہاٹکر کی نگارشات نے ہی انہیں اس صنفِ تحریر پر اکسایا۔ پھر بھی گدکری کے طنز و مزاح میں کوہاٹکر جیسی تندی نہیں ہے اور وہ دستیاب میدان کا احاطہ بھی کرتے ہیں بلکہ وہ ان تمام تبصروں سے استعفادہ کرنے کا خیال رکھتے ہیں جن سے طبیعت میں بے ساختہ ہنسی پیدا ہو۔ کہا جا سکتا ہے کہ گدکری کے مزاج میں فطرتاً مزاح پسندی ظرافت تھی۔

گدکری کی تمام مزاحیہ نگارشات کو خواہ وہ مکمل ہوں یا غیر مکمل ایک مجموعے کی شکل دی جا چکی ہے جس کا نام "سمپورنا بالک رام" اور جس میں تقریباً دو درجن مضامین ہیں جس طرح کوہاٹکر نے عین کردار ـــ پانڈو تاتیہ، پنڈونانا اور سدا ماوضع کئے تھے جن میں سے آخری کردار بیان کنندہ خود تھے، ویسے ہی گدکری نے تین کرداروں کو اپنی نگارشات کا محور بنایا یعنی "ٹھمبو نانا، آپا بھٹ جی اور بالک رام" جن میں سے آخری کردار خود صاحبِ افسانہ ہی تھے۔

تین مضامین کا تعلق ٹھکی نام کی لڑکی اور اس کی دونوں بہنوں کی شادی کے مسائل اور درپیش آنے والی دشواریوں پر مشتمل ہیں کسی درمیانی طبقے سے تعلق رکھنے والی ہندو لڑکی کے بیاہ کا مسئلہ خصوصاً جبکہ اس کا رنگ، روپ، درمیانی نوعیت کا ہو، آج بھی ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ انہیں دشواریوں کو پیشِ نظر رکھ کر گدکری نے اپنے قلم کے جوہر دکھاتے ـــ اور انہیں سلجھانے پر توجہ لیا۔

لڑکی ٹھکی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہونے والے بر کو اور اس کے رشتہ داروں کو رونمائی کے لئے لی جاتی جاتی ہے۔ وہاں میں سے لڑ بر اور ان کے رشتہ دار لڑکی کو ناپسند کرتے ہیں اور بے معنی سی خامی کو بنیاد بنا کر انکار کر دیتے ہیں۔ اگر لڑکی بناوٹ سے کام نہیں لیتی تاکہ اچھی دکھائی دے، یا اگر قدرے بدشکل ہے تو دشواریاں سوگنا بڑھ جاتی ہیں اور شادی سال بہ سال ملتوی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ لڑکی شادی کی عمر سے تجاوز کر جاتی ہے اور پھر غالباً اسے زندگی کنواری رہ کر بتانی پڑتی ہے۔ گدکری نے اس صورتِ حال کو ہندو سوسائٹی کے لئے نہایت افسوسناک اور لڑکی کے لئے زبردست بدنصیبی قرار دیا۔ ٹھکی کے پھوہڑ روپیہ کو

گدکری نے جس انداز میں بیان کیا ہے اسے بادی النظر میں سنگدلی اور بے رحمی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن مجموعی طور پر اس نے اس مضمون کو جس طرح نبھایا ہے ان کے پیشِ نظر گدکری کے سخت الفاظ نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔

ایک جماعت ٹھکی کے لئے بر کی تلاش میں روانہ ہوتی ہے اس جماعت کے کسی خاص گاؤں یا قصبہ میں پہنچنے کا پرچار پہلے ہی اس طرح سے کر دیا جاتا ہے گویا کوئی تھیٹریکل گروپ آ رہا ہے ہینڈ بل تقسیم کے لئے پہلے سے بھیج دئیے جاتے ہیں۔ یہ گروپ بیل گاڑیوں میں سفر کرتا ہے اور بیل گاڑیوں کے سب بازوؤں پر تفصیل بتلانے والی تصاویر لٹکا دی جاتی ہیں ـــ جس طرح لین دین میں سودے بازی ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی طرح طرح کے وعدے وغیرہ کئے جاتے ہیں جیسے کہ دو لڑکیوں سے شادی کر لینے والے بر کو سودے کے اصولوں پر تیسری بھی دی جائے گی۔

ایک موقع پر شادی کی بات چیت آخری مرحلے میں ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے کہ دولہے کی طرف سے کسی شخص کا زائچہ بیل گاڑیوں میں جوتے ہوئے بیلوں میں سے ایک بیل کے زائچے سے ساتھ راس نہیں آتا۔ شادی کی بات آج بھی ٹوٹتی ہے جن کی وجہ نہایت معمولی ہوتی ہے۔ بالک رام کو ایسا جھٹکا (شاک) لگتا ہے کہ وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ایک کونسل بٹھائی جاتی ہے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ نبض دیکھنے اور تشخیص سے پتہ چلتا ہے ـــ کہ بالک رام کا دل اتنا کمزور ہے کہ ایسے جھٹکے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کے دل کو بدل دینے کا فیصلہ ہوتا ہے۔

پھر کونسل یہ سوچتی ہے کہ بالک رام کے دل کی جگہ کس کا دل لگایا جائے۔ ایک موچی اسے مضبوط چمڑے سے اس طرح سی دینے کی پیش کش کرتا ہے کہ پھر اس کا دل اتنا مضبوط ہو رہے گا کہ ایسے جھٹکوں سے متاثر نہ ہوگا۔ ایک سنگ تراش دل کی شکل کا ایک سرخ کھردرا پتھر (سینڈ اسٹون) دل کی جگہ رکھ دینے کی پیش کش کرتا ہے۔ تیسری رائے یہ پیش ہوتی ہے کہ کسی "مانگ" کا دل لگا دیا جائے کیونکہ وہ منقلب ہوتا ہے اور اس لئے ہر جھٹکے کو برداشت کر لینے کے لائق ہوتا ہے۔ (آج کے قانون کے مطابق لفظ "مانگ فرقہ" کا استعمال جرم ہوگا لیکن اس زمانے میں یہ جرم نہیں تھا)۔ کسی مانگ کا دل (الٹا قلب) ضرب المثل کے طور پر ہر احساس سے خالی ہوتا ہے۔

آخر کار جب شادی ہو جاتی ہے تو بڑے بوڑھوں میں سے ایک شخص دلہن کو یوں آشیرواد دیتا ہے کہ "یہ خوشگوار شادی تجھے آٹھ لڑکیوں سے نوازے۔" اس کے معنی تو یہ تھے گویا آسمانی مصیبت میں اسے گرفتار رہنے کی بددُعا دی جا رہی تھی۔ "آٹھ" کالا واجانا شراپ" سمجھا جاتا ہے۔ مرد اپنے کئے پر دہشت زدہ رہ جاتا ہے۔ پرائشچت پر آمادہ ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس پر سزا لگا دی جاتی ہے جو تین طرح ہوتی ہے (۱) اسے کھاڈلکر کے ڈراموں میں جو گانے ہیں ان کو عروض وبحر سے ساتھ مطابقت دے کر ترجمہ کرنا۔ ان گانوں کا سمجھ سے باہر ہونا ضرب المثل بن چکا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کھاڈلکر کا نام اس لئے لیا گیا کہ وہ سیاسی اور سماجی طور پر کرہاٹکر کے مخالف کیمپ میں تھے۔ (۲) اسے پونے کے کسی طعام خانے میں پورے ایک ہفتے تک کھانا کھانا ہوگا۔ اور (۳) سے مدراس ساؤدرن مراٹھا ریلوے سے سفر کرنا ہوگا جو نہایت دھیمے چلتی ہے۔

مبالغہ کی نہایت انوکھی مثال بھی گڈکری کے نگارشات سے دی جا سکتی ہے۔ ایک شخص وکٹوریہ ٹرمینس اسٹیشن پر پہنچتا ہے۔ اترتے ہی ایک ٹکٹ چیکر اسے آواز دیتا ہے لیکن وہ پھسل جاتا ہے اور ٹکٹ چیکر اس کے انگرکھے کی آستین کا کونا پکڑ لیتا ہے۔ مسافر بغیر محسوس کئے ہوئے آگے بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک جب وہ گرگام پہنچتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی آستین کا کونا کوئی پکڑے ہوئے ہے۔

ایک اور مبالغہ کی مثال ملاحظہ ہو۔ پروفیسر کوٹی ڈوبہ جیسے ایک اچھے پڑھے لکھے انسان ہیں جو ایک روتے ہوئے بچے کو چپ کرانے کے لئے آسمان کے عجائبات، ستاروں کی گردشوں، ستاروں کے درمیان فاصلہ وغیرہ بیان کرتے ہیں لیکن یہ جتنا زیادہ بیان کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ بچہ روتا چیختا ہے۔ آخر کار بچے کی بڑی بہن آتی ہے، اسے گود میں اٹھا لیتی ہے اور لوری گانے لگتی ہے اور بچہ فوراً چپ ہو جاتا ہے۔

ایک مختصر سا سین ہے "سکال چا ابھیاس" (سویرے کا سبق) تین یا چار چھوٹے بچے صبح سویرے سبق پڑھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بے راگندگی، شور، چھوٹے چھوٹے جھگڑے، پوری آواز سے پڑھائی، سادی باتیں ہو رہی ہیں اور انہیں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک اچھا خاصہ تماشا اور مذاق معلوم ہوتا ہے۔ جگر نام کا ایک لڑکا ایک شادی میں شریک ہوتا ہے اور اس کی ایک رپورٹ تحریر کرتا ہے۔ وہ اس واقعہ کو تھیٹر کے انداز پر لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اسٹیج اچھا بنا ہوا تھا لیکن ویسا نہیں تھا جیسا تھیٹروں میں ہوتا ہے جو لوگ تماشہ دیکھنے آئے تھے وہ سب اسٹیج پر ہجوم کئے ہوئے تھے۔ اصل کیریکٹر یعنی ہیرو اور ہیروئن (دولہا اور دلہن) اپنا کردار ادا کرنے میں ٹھیک نہیں تھے لیکن پنڈتوں نے برابر ادا کیا اور وہ ان (دولہا اور دلہن) کو برابر (ادائیگی کردار پر) آمادہ کرتے رہے۔

گڈکری اچھے خوش مذاق تھے، اچھے پڑھے لکھے اور زبان کے استاد تھے۔ الفاظ سے کھیلنا (صنعتِ ایہام) خوب جانتے تھے بلکہ روزمرہ بات چیت میں بھی وہ اس سے کام لیتے تھے۔ ان کی نگارشات میں مبالغہ آمیزی، ظرافت، صنعتِ ایہام، الفاظ کے ذریعے کرتبوں کا نقشہ کھینچنا، لفظوں کا الٹ پھیر اس طرح پائی جاتی ہیں کہ سب مل کر ظرافت کا اچھا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ گڈکری کی ظریفانہ نگارشات آج بھی عوام میں مقبول ہیں۔

گڈکری نے زیادہ یا طویل زندگی نہیں پائی۔ ان کی وفات ۳۵ سال کی عمر میں ہوئی اور یہ مختصر عرصۂ زندگی بھی سرگرمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ مالی طور پر وہ کبھی خوش حال نہیں رہے شروع میں کرلوسکر سنگیت ناٹک منڈلی میں لڑکوں کے اتالیق کی حیثیت سے انہیں ۲۵ روپے ماہانہ ملتے تھے — اور یہ رقم بھی کبھی ایک ساتھ انہیں نہیں ملی اور نہ باقاعدہ وقت پر ملی۔ ڈرامہ نویس کی حیثیت سے بھی ان کی سالانہ آمدنی ۱۲۰۰ روپے سے آگے نہیں بڑھی اور یہ رقم بھی وقت پر باقاعدگی سے ساتھ کبھی نہیں ملی۔ اگرچہ مستقل رہائش پونے میں تھی لیکن ہمیشہ تھیٹریکل کمپنیوں میں دوڑ بھاگ میں لگے رہتے تھے۔ ساتھ ہی خاندان بھی بڑا تھا جس کی کفالت انہیں کے ذمے تھی۔ شادی شدہ زندگی اچھی طرح گذاری۔ ان کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی سے علیحدہ کئے جانے کے بعد انہوں نے دوسری شادی ۱۹۱۷ء میں کی تھی یعنی وفات سے صرف دو برس پہلے جبکہ ان کی صحت بھی ٹھیک نہیں تھی۔

مشاغل

گڈکری کی زندگی ہمیشہ لکھتے رہنے میں گزری۔ مطالعہ بہت کرتے تھے اور ان کے یہاں کتابوں سے بھری

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

این۔ ایم۔ شیٹھ

گڈکری کے گرُو کولہاٹکر

امسال مراٹھی کے مشہور ترین تمثیل نگار، شاعر اور مزاح نگار شری رام گنیش گڈکری کے صد سالہ جشن کے موقع پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے وقت ان کے گرُو کولہاٹکر کا ذکر نہ کرنا نامناسب ہے۔ شری پد کرشنا عرف تاتیا صاحب کولہاٹکر مرحوم، این۔ سی۔ کیلکر اور کے۔ پی کھاڈلکر (جو کہ مشہور ادیب و جرنلسٹ تھے) کے ہم عصر تھے۔ مراٹھی ادب میں بحیثیت تمثیل نگار، مزاح نگار اور تنقید نگار کے ان کا رول اتنا زبردست ہے کہ انہیں جدید مراٹھی ادبی تنقید کا بانی کہا جاتا ہے۔

حالانکہ کولہاٹکر کے ڈرامے لوگوں نے پسند کیے مگر وہ عوام کے ذہن پر کوئی خاص تاثر نہ چھوڑ سکے۔ انہوں نے ۱۲ ڈرامے یعنی ویرتانیہ، موک نایک، گپت سنجوتا، مائی ویر، پریم شودھن، ودھو اپریکشا، سہاچارنی، پریورتن، جنم رہسیہ، شوپاریتی، شرم سپھلیہ اور مایا، ولواہ لکھے جن میں سے بعض ڈراموں میں کافی رومانٹک اور بعض حقیقت پر مبنی ہیں۔ موک نایک ایک ایسا ڈرامہ ہے جہاں اُن کی ذہانت اور شائستگی کھل کر سامنے آتی ہے اور یہ ڈرامہ اپنے وقت کا مشہور ترین ڈرامہ تھا۔ ویرتانیہ دوسرا ڈرامہ تھا جسے کرلوسکر کمپنی کا انعام بھی ملا تھا۔

مزاحیہ ڈرامے

کولہاٹکر نے اپنے مزاحیہ ڈراموں میں شیکسپیر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مزاح اور Fantasy کو اس طرح یکجا کیا تھا کہ دیکھنے والے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکتے تھے۔ قدرے پیچیدہ پلاٹ، اچانک حالات کا پلٹا کھانا — اور پھر خوبصورت گیت۔ یہی بات گڈکری کے "ایکچ پیالہ" میں بھی پائی جاتی ہے۔ مکالمے اتنے برجستہ اور اچھے چونکا دینے والے تھے۔ کولہاٹکر کے ڈرامے اس کے باوجود بھی اتنے کامیاب نہ تھے جتنے کہ دیول کا شارداؔ یا کرلوسکر کا سوبھدرا تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ انہوں نے مراٹھی ڈرامے میں جمالیاتی حسن کو پیدا کیا اور اسے روحانیت عطا کی۔

کارہائے نمایاں

ان کا سب سے بڑا حصہ یا کارہائے نمایاں مراٹھی ادب میں یہ ہے کہ انہوں نے گڈکری جیسا شاگرد پیدا کیا۔

بحیثیت مزاح نگار

مزاح نگاری میں ان کا جواب نہ تھا۔ آج مزاح نگاری ادب کا جزو لاینفک بن گیا ہے مگر اس زمانے میں ایسا نہ تھا اس وقت مزاحیہ ڈرامے تفریح کا ذریعہ سمجھے جاتے تھے۔ انہیں ادبی مقام حاصل نہیں تھا۔ یہ کولہاٹکر کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مزاح نگاری نے بھی ادب میں اپنا مقام پیدا کیا۔